الایام : مجلس برائے تحقیق اسلامی تاریخ وثقافت، کراچی — جلد:۳، شمارہ:۱، جنوری۔ جون ۲۰۱۲ء

نئی کتابیں

(نئی کتابوں کا مختصر تعارف)

محمد سہیل شفیق

۱۔کلکی اوتار اور حضرت محمد ﷺ، مصنف: ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے، ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء، لاہور: بیت الحکمت، صفحات: ۷۲

کلکی اوتار بھارت میں شائع ہونے والی ایک عالم فاضل ہندو پنڈت وید پرکاش اپادھیائے کی کتاب ہے۔ جسے پاکستان سے بیت الحکمت لاہور نے شائع کیا ہے۔ وید پرکاش بنگال کے رہنے والے ہندو برہمن ہیں اور الہ آباد یونیورسٹی میں ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ کتاب انھوں نے برسوں کی تحقیقات کے بعد لکھی اور شائع کی ہے اور اشاعت سے قبل، کم از کم آٹھ دوسرے فاضل پنڈتوں نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد وید پرکاش کے دلائل سے کلی اتفاق کا اظہار کیا ہے اور مصنف کی جانب سے پیش کیے جانے والے تمام نکات کو درست قرار دیا ہے۔

وید پرکاش لکھتے ہیں:

''پیش نظر تحقیقی کتاب میں قدیم ہندوستانی روایات اور اسلامی روایات کے امتزاج کو پیش کیا گیا ہے۔ اسلامی روایات میں جو مقام رسولوں، نبیوں یا پیغمبروں کا ہے وہی مقام ہندوستانی روایات میں اوتاروں کا ہے۔ مسلمان حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی یا خاتم النبیین مانتے ہیں اور ہندوستان میں کلکی کو آخری اوتار کہا گیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ اس حقیقت کو جان کر مجھے شوق پیدا ہوا کہ کلکی اوتار کے متعلق سیرت کا مطالعہ پرانوں میں کیا جائے۔ ہندوستانی روایات

کے مطابق کچھ کلیوگ (دور) گزر چکے ہیں۔ موجودہ کلیوگ (دور) میں جو واقعات رونما ہوں گے ان کی مطابقت میں نے حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ سے کی تو تقریباً یکساں پائی گئی۔''

پروفیسر موصوف نے کتاب میں اوتار کے معنی، اسبابِ نزول، آخری اوتار کی بعثت کے اسباب، خصوصیات، آخری اوتار کا زمانہ، مقام کا تعین، دنیا کی مذہبی و معاشرتی حالت، آخری اوتار کی تصدیق، ویدوں اور قرآن کی تعلیمات کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے اور اپنے نقطہ نظر کو دلائل سے مستحکم کیا ہے اور بے شمار شواہد پیش کیے ہیں۔ پروفیسر موصوف کا کہنا ہے کہ اس وجہ سے تمام ہندوؤں پر لازم آتا ہے کہ وہ اپنے اس موعودہ اوتار کا انتظار چھوڑ کر حضرت محمد ﷺ کو آخری اوتار تسلیم کر لیں۔

اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ مصنف کے اس دعوے کو دوسرے آٹھ پنڈتوں نے بھی من و عن تسلیم کر لیا ہے اور ان کا یہ کہنا ہے کہ مصنف نے جو تحقیقات کی ہیں اور جن نکات کی بناء پر یہ دعویٰ کیا ہے انھیں جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ پیش نظر کتاب اسلام کی حقانیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت و خاتم النبین ہونے کی ایک واضح اور روشن دلیل ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں ہر دو فریق کے لیے یکساں مفید ہے۔

۲۔ **World Bibliography of Translations of the Holy Qur'an in manuscript form II**، ڈاکٹر احمد خان/ ڈاکٹر اکمل الدین احسان اوغلو، ۲۰۱۰ء، استنبول: ریسرچ سینٹر فار اسلامک ہسٹری، آرٹ اینڈ کلچر، صفحات: ۱۹۴

ریسرچ سینٹر فار اسلامک ہسٹری، آرٹ اینڈ کلچر (IRCICA)، آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (OIC) کا تحقیقی ادارہ ہے جس کا بنیادی مقصد اسلامی تہذیب وثقافت کے بنیادی ماخذات کی کتابیات کی تیاری ہے۔ اسی مقصد کے تحت دنیا بھر میں موجود قرآن مجید کے تراجم اور مخطوطات کی نشاندہی، ان کا اندراج اور بنیادی معلومات کے حصول کے لیے ایک تحقیقی پروجیکٹ کا آغاز ۸۰ کی دہائی میں کیا گیا۔ اس سلسلے کی پہلی جلد ۱۹۸۶ء میں منظر عام پر آئی۔ جس میں دنیا کی ۶۵ زبانوں (ماسوائے عربی، اردو اور ترکی) میں ہونے والے کام کے ۲۶۷۲ مندرجات تھے۔ دنیا بھر کے بڑے کتب خانوں، نیز ذاتی کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا علاوہ ازیں بعض افریقی ممالک کی مساجد میں ہونے والے زبانی تراجم کو بھی ریکارڈ کیا گیا جو کہ اب آئی آر سی آئی سی کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

ہمارے پیش نظر اس سلسلے کی دوسری جلد ہے جو کہ اردو زبان میں قرآن کریم کے تراجم کے مخطوطات کی کتابیات پر مبنی ہے۔ اس جلد میں ۲۲۶ مندرجات ہیں۔ تراجم وتفسیر کا نمونہ، مخطوطہ کا سائز، کیفیت، آغاز و اختتام اور ماخذ کی تفصیلات دی گئی ہیں، اور بتایا گیا ہے کہ اس سلسلے کی تیسری جلد ترکی زبان میں ہونے والے قرآنی تراجم ومخطوطات پر مشتمل ہوگی اور چوتھی جلد فارسی زبان میں ہونے والے کام سے متعلق ہوگی۔

اردو زبان میں قرآن کریم کے تراجم کے مخطوطات کی کتابیات کا یہ کام تاریخی مخطوطات کے ماہر اور سینٹر فار پروٹیکشن آف عربک مینوسکرپٹس، اسلام آباد (پاکستان) کے ڈائرکٹر، ڈاکٹر احمد خان نے انجام دیا ہے اور 'اردو زبان میں قرآنی تراجم کی تاریخ' پر عالمانہ مقدمہ بھی لکھا ہے۔ جبکہ کتاب کا پیش لفظ او آئی سی کے سیکرٹری جنرل پروفیسر اکمل الدین احسان اوغلو نے لکھا ہے۔ یہ کتابیات قرآنی تراجم و مخطوطات کی تاریخ پر کام کرنے والوں کے لیے یقیناً مفید ثابت ہوگی۔

۳۔عقیدۂ ختم النبوۃ (جلدنمبر۱۴)، ترتیب وتحقیق: مفتی محمد امین قادری، ۲۰۱۱ء، کراچی: ادارۂ تحفظِ عقائدِ اسلامیہ، صفحات: ۶۰۸، قیمت: ۴۵۰

(ملنے کا پتہ: مکتبۂ برکۃ المدینہ، جامع مسجد بہارِ شریعت، بہادر آباد، کراچی۔فون: ۰۲۱-۳۴۲۱۹۳۲۴)

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک 'عقیدہ ختم نبوت' ہے۔ آیتِ قرآنی (سورۃ الاحزاب: ۴۰)، احادیثِ کثیرہ اور اجماعِ امت سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان اس امر سے مشروط ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی و رسول مانا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد اسلام میں برپا ہونے والا پہلا فتنہ ''فتنۂ انکارِ ختمِ نبوت'' تھا، جس کا سدِّ باب خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کیا۔

برصغیر میں انگریزوں نے امتِ مسلمہ کو تقسیم کرنے، جہاد کو منسوخ کرنے اور روحِ محمد ﷺ کو مسلمانوں کے جسم و جاں سے نکال دینے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں ایک جھوٹا مدعی نبوت پیدا کیا۔ بحیثیت مجموعی امتِ مسلمہ نے اسے رد کیا اور مرتد قرار دیا۔ مرزا غلام احمد کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے ساتھ ہی علمائے اسلام نے تحفظِ ختمِ نبوت اور تعاقبِ تحریک قادیانیت کا آغاز کیا

اور علمی، فکری، قلمی اور عملی محاذ پر قادیانیوں کو شکست فاش دی۔

پیشِ نظر کتاب عقیدۂ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کے انسائیکلو پیڈیا کی چودھویں جلد ہے۔ مرتب علامہ مفتی محمد امین قادری حنفیؒ (م:۲۰۰۵ء) ہیں۔ مفتی صاحب ایک باہمت اور باکردار صالح نوجوان تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر علماء اسلام کی نادر و نایاب تحقیقی تحریروں کو جمع کرنا اور انہیں جدید کمپوزنگ اور نئے انداز سے طبع کرنا آپ کی ایک بڑی خدمت ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے اتنا مواد جمع کرلیا تھا کہ اس کی اشاعت کا سلسلہ آپ کی وفات کے بعد بھی جاری ہے۔ اب تک ۱۴ جلدوں میں ۵۹ کتب و رسائل شائع کیے جاچکے ہیں۔ مذکورہ بالا جلد میں جناب بابو پیر بخش لاہوری (بانی انجمن تائید الاسلام، لاہور) کی مصنفہ درجِ ذیل چار کتابیں شامل ہیں:

۱۔ قاطع فتنۂ قادیان

۲۔ معیارِ عقائدِ قادیانی ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء

۳۔ بشارتِ محمدی فی ابطالِ رسالتِ غلام احمدی ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء

۴۔ **الاستدلال الصحیح فی حیاۃ المسیح** ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء

۴۔ قصص الانبیاء، تحقیق و تخریج: ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی، ۲۰۱۲ء، کراچی: جامعہ کراچی، صفحات ۶۴۶، قیمت: ۴۰۰

قرآن کریم نے بعض انبیائے کرام علیہم السلام کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور بعض کے محض ناموں پر اکتفا کیا ہے۔ بعض انبیائے کرام کے حالات احادیثِ مبارکہ سے بھی معلوم ہوتے ہیں۔ لوگوں کی دلچسپی اور انبیائے کرام کے حالات و واقعات کی اہمیت کے پیشِ نظر قصص الانبیاء، قصص النبیین، قصص القرآن کے ناموں سے کئی کتابیں موجود ہیں۔ لیکن عموماً ان کتابوں میں اسناد و روایات پر تحقیق نہیں کی گئی ہے۔ زیبِ داستان کے لیے بہت کچھ رطب و یابس بھی شامل ہے خصوصاً غیر مصدقہ اسرائیلی روایات۔

پیش نظر کتاب ''قصص الانبیاء'' ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی کا وہ پروجیکٹ ہے جو کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی نے انہیں برائے تحقیق و تخریج تفویض کیا تھا۔ کتاب تین ابواب میں منقسم ہے۔ پہلے باب میں قصص الانبیاء علیہم السلام پر معروف عربی، اردو اور انگریزی کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں ان کتب کا انتہائی اختصار کے ساتھ تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں ایک قدیم مجموعہ ''قصص الانبیاء'' کی تخریج کی گئی ہے جو اسی نام سے پہلے انڈیا سے شائع ہوتا رہا پھر یہی کتاب پاکستان میں مختلف شہروں سے مختلف مؤلفین کے نام سے شائع ہوتی رہی۔ کتاب کے اصل مصنف کا نام یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ کیا ہے؟ البتہ کتاب کے آخر میں دیے گئے تعزیتی اشعار سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کتاب کے مصنف، مولف یا مرتب کا نام غلام نبی ہے۔

ڈاکٹر ناصر الدین صاحب نے ''قصص الانبیاء'' مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور کو بطور نمونہ لے کر اس کی تخریج و تحقیق اور ترتیب و تدوین کا کام انجام دیا ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں شام، عراق اور ایران کا دورہ بھی کیا۔ کتاب کے آخر میں آئمہ اربعہ کے فضائل (از مصنف و مولف) اور آثار مقدسہ و مزاراتِ انبیاء کرام کی تصاویر بھی شامل ہیں۔

۵۔ مقام سیدنا صدیقِ اکبرؓ، مفتی علی احمد سندیلوی، ۲۰۱۲ء، بریڈفورڈ: سنی فاؤنڈیشن، صفحات: ۱۲۸

۶۔ افضلیت سیدنا صدیقِ اکبرؓ، ڈاکٹر مفتی محمد غلام سرور قادری، ۲۰۱۲ء، صفحات: ۱۶۸

۷۔ مناقبِ سیدنا صدیقِ اکبرؓ، مرتبہ: عمران حسین چوہدری، ۲۰۱۲ء، صفحات: ۲۲۴

افضل البشر بعد الانبیاء اور خلیفۃ الرسول بلافصل سیدنا صدیقِ اکبرؓ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ صحابیٔ رسول ﷺ، ثانی اثنین، محافظِ ختم نبوت اور مکینِ روضۂ رسول ﷺ ہیں۔ مندرجہ بالا تینوں کتابیں آپؓ کی ذاتِ گرامی اور فضائل و مناقب سے متعلق ہیں۔

''مقامِ سیدنا صدیقِ اکبرؓ'' کے مولف مفتی علی احمد سندیلوی ہیں۔ آپ کی تالیفات کی تعداد ساڑھے پانچ سو سے زائد ہے۔ مفتی علی احمد سندیلوی لاہور (پاکستان) کی معروف دینی درسگاہ جامعہ ہجویریہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ کتاب کا اسلوب تحقیقی و اصلاحی ہے۔ قرآن و احادیث اور سنی و شیعہ کتب کی روشنی میں مقام صدیق اکبرؓ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

''افضلیت سیدنا صدیقِ اکبرؓ'' کے مولف ڈاکٹر مفتی محمد غلام سرور قادری ہیں۔ مفتی صاحب متعدد علمی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ نے صوبہ پنجاب میں اوقاف و مذہبی امور کے وزیر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں، علاوہ ازیں اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر اور وفاقی شرعی عدالت کے مشیر کے منصب پر بھی فائز رہے۔ مذکورہ کتاب قرآن و احادیث کی روشنی میں سیدنا صدیق اکبرؓ کی افضلیت و عظمت اور مقام و مرتبے کے حقیقی اور تحقیقی جائزے پر مبنی ہے۔

''مناقب سیدنا صدیقِ اکبرؓ'' کے مرتب عمران حسین چوہدری سنی فاؤنڈیشن (بریڈفورڈ۔ یوکے) کے چیئرمین ہیں۔ مرتب نے برسوں کی محنت کے بعد مختلف رسائل و جرائد اور اخبارات و کتب میں بکھرے ہوئے ان مناقب کو جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں جدید و قدیم شعراء کی ۱۹۲ مناقب شامل ہیں۔ مناقب سیدنا صدیق اکبرؓ، بارگاہِ صدیقیتؓ میں ایک خوبصورت نذرانۂ عقیدت و محبت ہے۔

۸۔ ماورائے آب وگل، از سعید الظفر صدیقی، ۲۰۱۲ء، لاہور: ماورا، صفحات: ۱۷۶، قیمت: ۳۵۰ روپے

پیش نظر کتاب قرآن اور سائنس کے تعلق سے ہے۔ معروف دانشور احمد جاوید لکھتے ہیں:

''دینی عقائد اور سائنسی نظریات کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی بے شمار کوششیں ہوئی ہیں۔ ان میں سے اکثر عامیانہ درجے کی ہیں، علمی اور تحقیقی سطح پر اہمیت اور وقعت رکھنے والا کام بہت کم ملتا ہے۔ جناب سعید الظفر صدیقی کی یہ کتاب ماورائے آب و گل میں مذہب اور سائنس کے تقابلی مطالعے کی روایت میں کم از ایک فکری زاویے کا اظہار کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ صدیقی صاحب نے مذہب اور سائنس کے باہمی امتیازات کو نظر انداز کیے بغیر اس ذہن کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا ڈول ڈالا ہے جس کی تربیت اور تکمیل کے تمام مراحل سائنس کی چھاؤں میں طے ہوئے ہیں۔ اس طرح سے یہ کتاب ایک خاص طرح کی سائنسی ذہنیت کو کامیابی سے ایک نیا سانچہ فراہم کرتی ہے۔ زمین کی تشکیلِ نو کا سانچا جس میں ڈھل کر آدمی مابعد الطبیعی حقائق کو مادۂ یقین بنانے پر قادر ہوسکتا ہے۔''

اس کتاب میں جہاں مادی اور دنیاوی حقائق کی سرابیت کو اجاگر کیا گیا ہے وہیں روحانیت اور قربِ الٰہی و معرفت، تصوف وغیرہ کی اہمیت و حقیقت اور ضرورت پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

۹۔نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش، پروفیسر محمد اکرم رضا، مئی ۲۰۱۲ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، صفحات: ۱۸۸، قیمت: ۲۵۰

پیش نظر کتاب میں ایسی ۳۱ منتخب کتب کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، جن میں نعتیہ شعری عمل کو تنقیدی عمل سے گزارا گیا تھا۔ معروف نعت گو شاعر اور نقاد عزیز احسن کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''اس کتاب سے نعت گو شعرا کی تحسین کا عمل تو اجاگر ہوا ہی، نعتیہ شاعری کو تنقیدی دانش کے حصار میں رکھ کر پرکھنے والوں کا بھی ذکر خیر ہو گیا۔ دنیائے نعت میں تنقیدی رجحانات کی پرداخت کے لیے ضروری ہے کہ ان اہل قلم کی کاوشوں کو بھی خصوصی مطالعات کا محور بنایا جائے، جنھوں نے نعت کے مضامین، فکر دخیال اور بیان کو رطب و یابس سے پاک کرنے کی غرض سے قلم اٹھایا، یا کسی نعت گو کے شعرِ عقیدت کو اس تمنا کے ساتھ سراہا کہ تازہ واردانِ بساطِ نعت کو یہ پیغام دیا جائے:

دیکھو! اس طرح سے کہتے ہیں سخن ور نعتیں''

صاحبِ کتاب، پروفیسر اکرم رضا بحیثیت ایک ادیب، شاعر اور نقاد کے گزشتہ پچاس برس سے تقدیسِ علم و تطہیرِ قلم کی آبرو کی حفاظت میں مصروفِ عمل تھے۔ مذکورہ کتاب ان کی آخری کتاب ہے جو ان کے انتقال (۲۶/ جون ۲۰۱۲ء) سے چند روز قبل زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔ اللھم اغفرہ مغفرۃ واسعۃ۔

۱۰۔مسلمانوں میں انتہاپسندی کا آغاز۔خوارج: ایک مطالعہ، پروفیسر ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر، ۲۰۱۲ء، کراچی: قرطاس، صفحات ۴۰۸، قیمت: ۴۰۰

(برائے رابطہ: 0321-3899908)

خوارج، اسلامی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں۔ خوارج کا ظہور پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں ہوا۔ سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت سے مسلمانوں میں فرقہ بندی، عصبیت اور خانہ جنگی کے سلسلے کا آغاز ہوا۔ واقعہ جمل و صفین اس کا مظہر ہیں۔ خوارج تقریباً ایک سو سال تک مملکت اسلامیہ کے اندر، ایک

متوازی ریاست و امامت کے قیام کی کوششوں میں مصروف عمل رہے اور ملتِ اسلامیہ کے انتشار کا باعث بنے رہے۔

پیش نظر کتاب خوارج کی تاریخ پر سترہ ابواب اور تین ضمیموں پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں تفصیل کے ساتھ خوارج کے ظہور، پس منظر، مختلف خارجی فرقے اور ان کے عقائد، خارجیت کے پھیلاؤ، خوارج کے محاسن و مفاسد، علم و ادب میں خوارج کا حصہ اور خارجی تحریک کے اثرات و نتائج کا جائزہ لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں آخر میں کچھ مباحث کا علمی جائزہ بھی لیا گیا ہے: مثلاً خارجی تحریک سیاسی تھی یا مذہبی؟ کیا خارجی تحریک یمنی مضری کشمکش کا نتیجہ تھی؟ کیا خارجی تحریک میں صحابہؓ اور تابعین شامل تھے؟ کیا وہابیت خارجیت کا نقش ثانی ہے؟

آخر میں ایک جدول دیا گیا ہے جس میں خارجی تحریک کے اہم ماہ و سال ذکر کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب کی پشت پر ایک مفید نقشہ بھی دیا گیا ہے جس میں ابتدائی دو صدیوں میں خوارج کے ٹھکانوں اور عہد جدید میں خارجی آبادیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مذکورہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر صاحبہ کا وہ ریسرچ پروجیکٹ ہے جو ریسرچ فیسلیٹی سینٹر (RFC) کراچی یونیورسٹی کی طرف سے انہیں دیا گیا تھا۔ اس پروجیکٹ کے سلسلے میں انہوں نے ملتان، میلسی، لاہور، گجرانوالہ اور اسلام آباد کے متعدد ذاتی و عوامی کتب خانوں کا دورہ کیا اور متعدد علمی شخصیات سے تبادلۂ خیال بھی کیا۔ کتابیات سے مصنفہ کی عرق ریزی و محنت شاقہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۱۔ **خطباتِ کراچی**، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ۲۰۱۲ء، کراچی: زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، صفحات: ۳۰۴، قیمت: ۲۵۰

(برائے رابطہ: 0300-2257355)

پیشِ نظر مجموعۂ محاضرات، مولانا سید زوار حسین شاہؒ سالانہ یادگاری خطبات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ان خطبات کا آغاز ۲۰۰۷ء سے ہوا، اور اس سلسلے کے ابتدائی چار خطبات عالمِ اسلام کی معروف علمی شخصیت ڈاکٹر محمود احمد غازی (م: ۲۰۱۰ء) نے ارشاد فرمائے۔ ڈاکٹر غازی کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ قدیم و جدید علوم پر آپ کی گہری نظر تھی، صاحبِ مطالعہ اور بالغ نظر عالمِ

دین تھے، انتہائی عالمانہ اور مربوط گفتگو کرتے تھے، نہایت دقیق اور پیچیدہ فنی مباحث کو عام فہم اسلوب میں بہت خوبی سے پیش کرتے تھے، عالمِ اسلام کی صورتِ حال پر بھی گہری نظر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر خطبہ اپنے موضوع پر نہ صرف نئی معلومات کا حامل ہے، بلکہ اپنے موضوع پر سابقہ کام کا تعارف اور اس کے خلاصے کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ یہ تمام خطبات اپنے اپنے مقام پر اہم ترین موضوعات پر تھے، جن کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ ان کے عناوین سے بھی لگایا جاسکتا ہے:

۱۔ اسلام اور مغرب۔ موجودہ صورتحال، امکانات، تجاویز

۲۔ اسلامی شریعت۔ مقاصد و اہمیت

۳۔ اسلامی سزاؤں کا تصور اور مغربی قوانین۔ ایک تقابل

۴۔ علمِ سیرت اور مستشرقین

یہ تمام خطبات علیحدہ علیحدہ کتابچوں کی صورت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ خطبات چونکہ کراچی میں منعقد ہوئے تھے، اس لیے اب اس مجموعے کو ''خطبات کراچی'' کا نام دے کر کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کے مرتب ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن ہیں۔ ڈاکٹر عزیز الرحمٰن اس سے پہلے بھی ڈاکٹر غازی کے متعدد مقالات و محاضرات کو موضوعات کے اعتبار سے مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں۔

۱۲۔ **Passionate Passages**، سید ابو احمد عاکف، ۲۰۱۲ء، کراچی: فضلی سنز، صفحات: ۳۶۹

ایک زمانے میں حج کا سفر نہ صرف انتہائی دشوار گزار بلکہ خطرناک بھی تھا۔ زائرین مہینوں سفر کر کے حرمین شریفین پہنچتے تھے۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج سے صرف ۸۸ سال پہلے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ (۴۰۰ کلومیٹر) کا سفر اونٹوں کے ذریعے بیس دن میں طے ہوتا تھا۔ آج یہ سفر پانچ گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کی بعض مساجد میں وضو کے لیے بھی پانی خریدنا پڑتا تھا۔ جبکہ آج زائرین مسجد نبوی ﷺ میں بھی آبِ زم زم سے سیراب ہوتے ہیں۔ آج زائرین کے لیے جو سہولتیں میسر ہیں ان کا تصور بھی کچھ عرصے پہلے محال تھا۔

پیشِ نظر کتاب سفرِ حج کے چار تاریخی و ادبی سفرناموں کے انگریزی ترجموں پر مشتمل ہے۔ یہ

چار سفرنامے: ا۔سفرنامہ حجاز از مولانا رفیع الدین مراد آبادی (۱۷۸۶۔۱۷۸۹ء)، ''نقش حیات'' سے اقتباسات از مولانا حسین احمد مدنی (۱۸۹۸ء)، سفرنامہ حجاز از ظفر الملک علوی (۱۹۲۳ء) اور وطن سے وطن تک از سید ابوالخیر کشفی (۱۹۶۶ء) ہیں۔

مترجم، سید ابو احمد عاکف جدہ میں پاکستان حج مشن کے سربراہ ہیں۔ مدینہ منورہ میں وائس قونصل حج کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔ ایک اعلیٰ انتظامی افسر ہونے کے ساتھ ساتھ علمی میدان میں بھی سرگرم عمل ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف، مترجم اور مدیر ہیں۔ عمدہ علمی و ادبی ذوق ورثے میں پایا ہے کیونکہ آپ اردو کے ممتاز ادیب، منفرد نثر نگار اور معتبر نقاد ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔

ترجمہ نہایت رواں اور شگفتہ ہے۔ سید عاکف حرمین شریفین کی تاریخ سے خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ حرمین شریفین ہر مسلمان کی طرح ان کی بھی تمناؤں کی سرزمین اور مرکز عقیدت ہے۔ کتاب کا پیش لفظ ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد) کے قلم سے ہے۔ جس میں انہوں نے سید عاکف کی علمی خدمات اور پیشِ نظر کتاب پر اظہار خیال کیا ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں سید عاکف ان سفرناموں کے ترجمے کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کتاب کا مقصدِ اول تو یہ ہے کہ اردو کا یہ اہم ذخیرہ انگریزی زبان کے قارئین کے سامنے آجائے۔ خصوصاً ان سعودی نوجوانوں کے مطالعہ میں جو حرمین شریفین کی موجودہ ترقی اور جدت کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ مقصد ثانی تحقیقی دنیا میں تراجم کے کام کو بہتر جگہ دلانا ہے۔ کتاب نہایت دلچسپ، مفید اور انگریزی زبان کے ذخیرہ میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔

۱۳۔ جہانِ اسلام، مرتب: ڈاکٹر خلیل طوقار، ۲۰۱۱ء، لاہور: اردو اکیڈمی پاکستان، صفحات: ۳۲۰

جہانِ اسلام، ترکی سے تین زبانوں (عربی، ترکی، اردو) میں شائع ہونے والا ہفتہ وار سیاسی، ادبی اور اجتماعی اخبار تھا۔ جس کی اشاعت ''جمعیت خیریۂ اسلامیہ'' نامی تنظیم کی مدد سے عمل میں آئی تھی۔ جہانِ اسلام کا پہلا شمارہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ / ۱۹ اپریل ۱۹۱۴ء اور آخری شمارہ ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء کو نکلا۔ جہانِ اسلام کو تین زبانوں میں شائع کرنے کا مقصد سلطنتِ عثمانیہ کے تحفظ کے ساتھ وہاں عالمِ اسلام کی باہمی مفاہمت اور یکجہتی کو اجاگر کرنا بھی تھا۔ بالخصوص جہانِ اسلام کے ترکی زبان کے حصوں کے اوراق میں اتحادِ اسلامی سے متعلق خبروں میں اکثر خبریں ہندوستان اور ہندوستانیوں پر برطانوی حکومت

کے ظلم وستم اور عیسائی مشنریوں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں سے متعلق ہوتی تھیں۔

مذکورہ اخبار کا سراغ ترکی کے مشہور اردو ادیب اور محقق ڈاکٹر خلیل طوقار نے لگایا ہے۔ وہ یہ کام برسوں سے کررہے تھے اور ایک ایک شمارہ کرکے اسے جمع کیا ہے۔ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول، ترکی اور برصغیر پاک و ہند کے تعلقات کے تاریخی پس منظر کے حوالے سے ہے۔ حصہ دوم میں استنبول میں اردو صحافت اور بالخصوص ہفتہ وار اردو اخبار جہانِ اسلام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ حصہ سوم کا عنوان، جہانِ اسلام کے خدمتگار ہے۔ اس حصہ میں ان لوگوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح جہانِ اسلام کی اشاعت میں حصہ لیا۔ ان میں تین شخصیات شامل ہیں: انور پاشا، یوسف شتوان اور ابوسعید العربی الہندی۔ حصہ چہارم میں جہانِ اسلام کے شماروں کا عکس دیا گیا ہے۔

❁

۱۴۔ جدید ترکی شاعری، مرتب / مترجم: ڈاکٹر خلیل طوقار، ۲۰۰۹ء، لاہور: سانجھ پبلیکیشنز، صفحات: ۳۱۲، قیمت: ۳۸۰

ڈاکٹر خلیل طوقار محقق و ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ اردو کے باقاعدہ شاعر بھی ہیں۔ ان کی شاعری کے دو مجموعے ''ایک قطرہ آنسو'' اور ''آخری فریاد'' کے نام سے شائع ہوچکے ہیں۔ علامہ اقبال پر ان کی کتاب ''اقبال اور ترک'' ذخیرہ اقبالیات میں اہم اضافہ ہے۔ پیش نظر کتاب میں ڈاکٹر طوقار نے جدید ترکی شاعروں کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کی نمایندہ شاعری کے نمونے بھی ترجمہ کرکے نذرِ قارئین کیے ہیں۔ ابتداء میں جدید ترکی شاعری کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے بعد ۲۴ ترک شعراء کا تعارف مع تصویر اور ان کی منتخب منظومات کے ترجمے کے ساتھ ہے۔ ترجمہ سلیس اور رواں ہے۔ اردو دان طبقے کی ترکی شاعری تک رسائی میں معاون و مددگار ثابت ہوگا۔

❁

۱۵۔ میر محمد معصوم بکھری، تالیف: پیر حسام الدین راشدی، مترجم: ڈاکٹر نواز علی شوق، ۲۰۱۱ء، جامشورو: سندھی ادبی بورڈ، صفحات: ۶۲۴، قیمت: ۴۳۰

پیش نظر کتاب عالمی شہرت یافتہ عالم اور محقق پیر حسام الدین راشدی کی تالیف ہے جو مغل دور حکومت کے ایک جید عالم، سفیر، ادیب، شاعر اور مورخ امین الملک نواب میر محمد معصوم بکھری کی شخصیت اور

علمی کارناموں سے متاثر ہو کر لکھی گئی۔ میر معصوم کے خاندان کا تعلق ترمذی سادات کی اس شاخ سے ہے جس کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم سے جا ملتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق ان کی ولادت ۹۴۴ھ کو ہوئی اور ۱۰۱۴ھ میں وفات ہوئی۔ یہ عرصہ ہر لحاظ سے سندھ، ہند، ایران اور ماوراء النہر کی سیاسی تاریخ کے لیے اہم اور افراتفری کا دور تھا۔ میر معصوم اس ستر سالہ تاریخ کا اہم کردار تھے جس کا اندازہ کتاب کے مطالعے سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ کتاب کے آخر میں تاریخی آثار کے عکس، اور رجال و اماکن کا اشاریہ بھی موجود ہے جس سے اس کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوگیا ہے۔

کتاب کا اردو ترجمہ معروف سندھی دانشور ڈاکٹر نواز علی شوق (جامعہ کراچی) نے کیا ہے۔ آپ اس سے پہلے بھی کئی اہم سندھی کتابوں کا اردو ترجمہ کر چکے ہیں۔

۱۶۔ علامہ عبدالعزیز میمن۔ سوانح اور علمی خدمات، تحقیق و تالیف: محمد راشد شیخ، ۲۰۱۱ء، کراچی: قرطاس، صفحات: ۶۳۲، قیمت: ۶۰۰

(برائے رابطہ: 0321-3899909)

علامہ عبدالعزیز میمن (م: ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) کا آبائی تعلق علمی لحاظ سے پس ماندہ علاقے راجکوٹ (کاٹھیاواڑ) سے تھا۔ باوجود اس کے کہ انھیں عربی زبان کی تعلیم کے لیے خالص عربی ماحول نہیں ملا، کسی کالج یا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل نہیں کی، عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایک دن بھی کسی عرب ملک میں رہنے کا موقع نہ ملا، محض اپنی محنت سے وہ بلند مقام حاصل کیا کہ اہل زبان اپنا استاد بلکہ **امام اللغة العربیه** تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے اور ان کی علمی خدمات کا اعتراف عالمی سطح پر خصوصاً عرب دنیا میں بارہا کیا گیا۔ علامہ میمن نے صدہا عربوں کو پڑھایا، بیس سے زائد کتابیں مصر و شام وغیرہ میں شائع ہوئیں جو مستشرقین اور علمائے عرب کے ہاں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ دمشق کی شہرۂ عالم عربی اکیڈمی 'المجمع العلمی العربی' کی رکنیت پیش کی گئی۔

علامہ میمن کا اصل میدان ادبی تحقیق و تنقید تھا۔ عربی زبان کے قریباً ایک لاکھ اشعار انہیں یاد تھے۔ قدیم عربی مخطوطات سے واقفیت میں بھی ان کا کوئی مدّ مقابل نہ تھا۔ بیسیوں ادبی کتابیں اپنے قلم سے نقل کی ہیں۔ علامہ میمن کے انتقال کو تیس سال سے زائد عرصہ گزر گیا لیکن اب تک ان کی حیات و

خدمات پر کوئی جامع و مستند کتاب نہیں لکھی گئی تھی اگر چہ اردو و عربی زبان میں بہت سے مضامین لکھے گئے، رسائل و جرائد کے خصوصی نمبر شائع ہوئے۔

۱۷ ابواب میں منقسم یہ کتاب درجِ ذیل موضوعات پر محیط ہے: خاندان، ولادت، ابتدائی حالات، قیامِ دہلی، امروہہ، رامپور، پشاور، لاہور، علی گڑھ، کراچی و حیدرآباد، عربی زبان و علامہ میمن، علمی و تحقیقی خدمات، عادات و خصائل، تلامذہ، مشاہیرِ عالم کا اعترافِ عظمت و خراجِ عقیدت، علامہ میمن کی نادر تحریریں، اردو مکاتیب علامہ میمن، مکاتیب مشاہیر بنام علامہ میمن۔ علاوہ ازیں علامہ میمن اور دیگر مشاہیر کی نادر و نایاب تصاویر اور عکس ہائے اسناد و خطوط وغیرہ بھی شامل ہیں۔

کتاب میں علامہ اقبال کا ایک غیر مطبوعہ خط بھی شامل ہے جو علامہ اقبال نے علامہ میمن کے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تقرر کے لیے یونیورسٹی کے رجسٹرار کو لکھا تھا۔ اور علامہ کی عربی زبان میں بلند مہارت کا تذکرہ کیا تھا۔ اس خط پر ۱۹ ستمبر ۱۹۲۴ء کی تاریخ درج ہے۔

مذکورہ کتاب کا اولین ایڈیشن ادارۂ احیائے علم و دعوت لکھنؤ سے مئی ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا تھا۔ مکمل کتاب پر نظر ثانی اور مفید اضافوں کے بعد اب یہ کتاب ادارۂ قرطاس (کراچی، پاکستان) سے شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے لائق مولف و محقق راشد شیخ علم و ادب سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ ان صفحات پر ان کا تذکرہ اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے۔ یہ کتاب ان کی ۱۷ سالہ محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ جناب راشد شیخ، علامہ میمن کے اردو مقالات کا مجموعہ بھی حواشی کے ساتھ مدوّن کر کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

✿

۱۷۔ تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ۲۰۱۱ء، طبع سوم، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، صفحات: ۵۴۵، قیمت: ۵۰۰

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال شناس کی حیثیت سے ممتاز و منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اقبالیات کے سلسلے میں ترتیب و تحقیق کی وقیع خدمات انجام دی ہیں۔ پیش نظر کتاب ڈاکٹر صاحب کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر پنجاب یونیورسٹی نے انہیں 1981ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری دی تھی۔ پہلی بار یہ مقالہ ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ دوسری بار ۲۰۰۱ء میں، اب یہ اس کا تیسرا ایڈیشن ہے جو نظر ثانی اور مفید اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

یہ مقالہ ۷ ابواب پر مشتمل ہے جن کے عنوانات یہ ہیں: اردو کلام کے مجموعے، فارسی کلام کے مجموعے، مکاتیب کے مجموعے، مستقل نثری تصانیف، متفرق نثری مجموعے، ملفوظات کے مجموعے، اقبال کی مرتبہ درسی کتابیں۔ ہر باب کے شروع میں مقالہ نگار نے تعارفی مضمون لکھ کر موضوع کے متعلقہ نکات و مضمرات بھی پیش کیے ہیں۔ علاوہ ازیں علامہ اقبال کے جملہ شعری اور نثری مجموعوں کے بارے میں بنیادی معلومات بھی فراہم کی گئی ہیں۔ یعنی ہر مجموعے کا مختصر پس منظر، اس کی ترتیب و تیاری، کتابت و طباعت، طبع اول کی تاریخ اشاعت اور مابعد اشاعتوں کی تفصیل۔ اس مقالے میں بعض حقائق پہلی بار منظر عام پر آئے ہیں اور کئی امور جو ''غلطی ہائے مضامین'' کی حیثیت اختیار کر چکے تھے، ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ صحتِ متن پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے، ہر مجموعے کی اغلاطِ کتابت و املا کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ زیر نظر مقالے میں متعدد غیر مدوّن اور غیر مطبوعہ اشعار، خطوط اور متفرق تحریروں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ آخر میں بطور ضمیمہ علامہ اقبال کے ایک غیر مطبوعہ اور نایاب مضمون The Muslim Community کا اصل اور مکمل متن (جسے اب تک معدوم تصور کیا جاتا تھا) اور وہ انگریزی اشارات (Notes) جن کی بنیاد پر ''پیامِ مشرق'' کا دیباچہ لکھا گیا، شامل ہیں۔

اقبالیات میں اس کی حیثیت حوالہ جاتی کتاب کی ہے۔ اقبال پر کام کرنے والا کوئی شخص اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

✿

۱۸۔ پوشیدہ تری خاک میں۔۔۔ (سفرنامہ اندلس)، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ۲۰۱۱ء، طبع دوم، لاہور: ادبیات، صفحات: ۳۰۴، قیمت: ۳۰۰

۱۹۹۱ء میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے قرطبہ میں منعقدہ ''اقبال کانفرنس'' میں شرکت کی۔ اس دوران انہیں اندلس کے تاریخی مقامات اور آثار دیکھنے کا موقع ملا۔ پیش نظر کتاب اقبال کے خوابوں کی سرزمین کے اسی یادگار سفر کی دلنشین داستان ہے۔ جناب سلیم منصور خالد لکھتے ہیں:

''یہ ایک روایتی سفرنامہ نہیں بلکہ اسلامی تہذیب کے ایک اجڑے ہوئے چمنستان کی داخلی اور خارجی دنیا کا درد بھرا رپورتاژ ہے۔ مطالعے کے دوران قاری کو تاریخ، مشاہدہ اور جذبہ باہم معانقہ کرتے دکھائی دیتے ہیں، اس لیے زیر نظر سفرنامے میں نشاط، حسرت اور امید کے تینوں

رنگ نمایاں ہوکر ہمیں بیک وقت ماضی کی جھلک اور مستقبل کے خواب دکھاتے ہیں۔''

اولاً یہ روداد ''سفرنامۂ اندلس'' کے نام سے مجلّہ نقوش (شمارہ ۱۹۹۶ء) میں شائع ہوئی تھی۔ ۲۰۰۲ء میں کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ یہ دوسرا ایڈیشن ہے جو بعض اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ عمومی سفرناموں کے برعکس کتاب کے آخر میں اشاریہ بھی دیا گیا ہے جسے ڈاکٹر خالد ندیم صاحب (شعبہ اردو، سرگودھا یونیورسٹی) نے ترتیب دیا ہے۔

❁

۱۹۔ سرسید کی صحافت، اصغر عباس، ۲۰۱۲ء، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، صفحات ۲۹۶، قیمت: ۳۰۰

پیش نظر کتاب دراصل اصغر عباس صاحب کا وہ مقالہ ہے جس پر انہیں پی ایچ ڈی کی ڈگری دی گئی تھی، مقالہ کا عنوان ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کا تنقیدی مطالعہ اور اردو صحافت پر اس کے اثرات'' ہے۔ یہ مقالہ نو ابواب پر مشتمل ہے جس میں سرسید کی سائنٹفک سوسائٹی اور اس کے ترجمان علی گڑھ گزٹ کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پہلے باب میں مقالہ نگار نے سرسید کی زندگی کا مختصر خاکہ پیش کیا ہے اور سرسید کے متعلق بعض مفروضات کی تردید کی ہے۔ دیگر ابواب میں گزٹ سے پہلے اردو صحافت کا مختصر جائزہ، سائنٹفک سوسائٹی، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، گزٹ کی خبریں، اداریے، قلمی معاونین، سرسید کا اسلوب اور گزٹ میں ان کے آرٹیکل اور اردو صحافت پر گزٹ کے اثرات شامل ہیں۔

درجِ ذیل چار ضمیمے بھی شامل ہیں:

۱۔ قانون واسطے سائنٹفک سوسائٹی غازی پور

۲۔ جدید بائی لاز سائنٹفک سوسائٹی

۳۔ گزٹ کے تبصرے

۴۔ آرٹیکل نوشتہ سرسید احمد خان متعلق اردو ناگری

مقالہ نگار نے موضوع کے تمام پہلوؤں کا بحسن و خوبی احاطہ کیا ہے اور اس سلسلے میں دستیاب ماخذ بالخصوص علی گڑھ یونیورسٹی میں موجود مخطوطات سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

❁

۲۰۔ مباحث (شش ماہی کتابی سلسلہ)، مدیر: ڈاکٹر تحسین فراقی، ۲۰۱۲ء (جنوری تا جون)، لاہور: اردو منزل، جوہر ٹاؤن، صفحات: ۵۵۴

ہمارے پیش نظر مباحث (شش ماہی کتابی سلسلہ) کا پہلا شمارہ ہے، جس کے مدیر ڈاکٹر تحسین فراقی معروف دانشور، معتبر نقاد اور مستند ادیب ہیں۔ لکھتے ہیں:

''یہ پرچہ کسی ''شوقِ خامہ فرسا'' کی ''دستم زوگی'' کا مظہر نہیں، ایک درجے میں اس سوچ بچار کا نتیجہ ہے جو سالہا سال سے میری دامن گیر رہی ہے۔ ایک ایسے تنقیدی، تحقیقی اور تجزیاتی ادبی مجلّے کی نمود جو ادب اور تہذیب کے منظر نامے پر ابھرنے والے کچھ پریشان کن سوالوں سے قاری کو دوچار بھی کرے اور جوابات کی صورت میں اسے کچھ سوچنے پر مجبور بھی کرے۔ دراصل ادب و تنقید کا بنیادی مقصد تسکین ہی نہیں، وجودِ انسانی میں ایک ایسی خلش اور ایک ایسا اضطراب پیدا کرنا بھی ہے جس کے نتیجے میں کسی قابلِ قدر صداقت کا کشف ہو سکے۔''

مذکورہ شمارے میں تنقید، تحقیق، پاکستانیات اور معاصر ادب کے تجزیوں پر مشتمل مقالات و مضامین شامل ہیں۔ سو سے زائد صفحات مشاہیر کے خطوط کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ معاصر ادب پر مفصل اور بے لاگ تجزیوں کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ بجاطور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ 'مباحث' معاصر ادب میں ایک مفید و منفرد اضافہ ثابت ہوگا۔

۲۱۔ سائبان لوگ، ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی، مرتبہ: ڈاکٹر داؤد عثمانی، ۲۰۱۲ء، کراچی: زورا اکیڈمی پبلی کیشنز، صفحات: ۲۳۲، قیمت: ۲۴۰

پیش نظر کتاب، معروف ادیب، نقاد، محقق اور دانشور ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی مرحوم کے تحریر کردہ خاکوں کا مجموعہ ہے۔ اس سے قبل کشفی صاحب کے خاکوں کے دو مجموعے ''یہ لوگ بھی غضب تھے'' اور ''اجلے لوگ'' کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔ کشفی صاحب ہمہ صفت شخصیت تھے، بذات خود مکتب کا مقام اور سائبان کی حیثیت رکھتے تھے اور شخصیتوں کے ان پہلوؤں پر زور دیتے تھے جن سے ہماری زندگی اور ہماری دنیا روشن ہو سکے۔ وہ اندھیروں کو دور کرنے کے لیے چراغ جلانے کی ضرورت پر زور دیتے تھے

اور یہ سمجھتے تھے کہ شاید وقت کی محراب میں روشن ان چراغوں کی روشنی قلب ونظر کو متاثر کر سکے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''معاشرے کو حسن عطا کرنے کی ہر کوشش احسان ہے، احسان معاشرے کی چمن بندی کا نام ہے۔''

بلاشبہ کشفی صاحب کے خاکوں کا یہ مجموعہ بھی معاشرے کو حسن عطا کرنے کی ایک خوبصورت کوشش ہے۔ اور یہ احسان، کشفی صاحب کے نہایت سعادتمند اور سراپا ادب شاگرد ڈاکٹر داؤد عثمانی نے کیا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی اس سے پہلے بھی ایک کتاب ''شفقت کا سائبان'' کے عنوان سے کشفی صاحب کی نذر کر چکے ہیں۔

❁

۲۲۔ لسانی مطالعے، پروفیسر غازی علم دین، ۲۰۱۲ء، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، صفحات: ۱۸۰، قیمت: ۲۵۰

پروفیسر غازی علم دین، علمی وادبی مجلّے ''سروش'' کے مدیر اعلیٰ، مجلّہ ''فکر مستقبل'' کے نائب مدیر اور اردو زبان سے محبت کرنے والے ایک دردمند محقق و زبان شناس ہیں۔ وہ بیان و گفتار میں اردو زبان کے درست استعمال پر نہایت زور دیتے ہیں، اصلاح زبان کی اہمیت کے پیش نظر انھوں نے روز مرہ بول چال سے لے کر اعلیٰ سطح کی تحقیق تک معاشرے میں رائج غلط طرز بیان و گفتگو کو اپنا موضوع تحقیق بنایا۔ پیش نظر کتاب پروفیسر غازی کی انھی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ اس مجموعے میں انھوں نے آٹھ مقالات پیش کیے ہیں جو کہ گزشتہ سالوں میں پاکستان کے متعدد موقر اداروں کے مجلّات میں شائع ہو چکے ہیں۔ مقالات کے عنوان درج ذیل ہیں: ا۔زبان کے اخلاقی انحطاط کا نفسیاتی پس منظر، ۲۔الفاظ کا تخلیقی اور معنوی و اصطلاحی پس منظر (منتخب الفاظ: ذولسانی تحقیقی مطالعہ)، ۳۔الفاظ معنی بدلتے ہیں، ۴۔لسانی تحقیق کے کچھ نئے زاویے، ۵۔اردو کا عربی سے لسانی تعلق اور اصلاحِ زبان و ادب، ۶۔اردو میں مستعمل عربی الفاظ کی تشکیلی اور معنوی وسعت، ۷۔املا میں الفاظ کی جداگانہ حیثیت سے انحراف، ۸۔قومی زبان اور ہمارے نشریاتی ادارے۔

اصلاح زبان کے حوالے سے یہ ایک نہایت اہم کتاب ہے جس کا مطالعہ قارئین کے لیے فائدہ سے خالی نہیں۔

❁

۲۳۔ حزیں صدیقی: شخصیت اور شاعری، ڈاکٹر محمد آصف، ۲۰۱۲ء، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، صفحات: ۱۳۴، قیمت: ۲۰۰

ملتان میں اردو شاعری کی روایت میں حزیں صدیقی کی غزل اور نعت فکری رفعت و عظمت اور فنی و صناعی کاریگری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ حزیں صدیقی نے ایک بے نیاز لیکن متحرک ادبی اور سماجی زندگی گزاری۔ ملتان میں ان کی ادبی بیٹھک علم و ادب کے ایک ادارہ اور انجمن کی حیثیت رکھتی تھی۔

صاحبِ کتاب، ڈاکٹر محمد آصف، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے وابستہ ہیں۔ ان کا حزیں صدیقی اور ان کے خانوادے سے دیرینہ تعلق رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیش نظر کتاب میں حزیں صدیقی کی شخصیت اور شاعری کے تمام پہلوؤں کا خوبصورتی سے احاطہ کیا گیا ہے۔ کتاب درجِ ذیل تین ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول: حزیں صدیقی (سوانح، شخصیت اور تخلیقات)، باب دوم: حزیں صدیقی کی نعت گوئی، باب سوم: حزیں صدیقی کی غزل گوئی۔

اس سے قبل ڈاکٹر محمد آصف کا پی ایچ۔ ڈی کا تحقیقی مقالہ ''اسلامی اور مغربی تہذیب کی کشمکش: فکرِ اقبال کے تناظر میں'' کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔

۲۴۔ اشاریہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، مرتب: محمد شاہد حنیف، ۲۰۱۱ء، اکوڑہ خٹک: موتمر دارالمصنفین دارالعلوم حقانیہ، صفحات: ۵۰۲، قیمت: ۵۰۰

علمی دنیا میں رسائل و جرائد کے اشاریہ کی اہمیت مسلمہ ہے۔ زیرِنظر اشاریہ ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک کا پینتالیس سالہ (جلد ۱، شمارہ ۱ تا جلد ۴۵، شمارہ ۱۲۔۔۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء تا ستمبر ۲۰۱۰ء) اشاریہ ہے۔ اس کے مرتب محمد شاہد حنیف (انچارج شعبہ رسائل و جرائد، ماہنامہ محدث، لاہور) ہیں جو اشاریہ سازی کے حوالے سے معروف ہیں۔ اس سے پہلے بھی کئی اہم رسائل کے اشاریے تیار کر چکے ہیں۔

پیش نظر اشاریہ میں تمام مضامین کو مختلف موضوعات میں تقسیم کر کے درج کیا گیا ہے۔ اداریوں، مکتوبات، خطابات اور تبصرہ کتب کو بھی متعلقہ موضوع میں درج کر دیا گیا ہے تاکہ ایک موضوع سے متعلقہ مواد ایک ہی جگہ دیکھا جا سکے۔ تمام موضوعات کے اندر مقالات کی ذیلی ترتیب 'ترتیبِ زمانی'

کے تحت رکھی گئی ہے۔ مصنف وار اشاریہ میں تمام مصنفین کے نام الف بائی ترتیب سے ورج کیے گئے ہیں۔ اس حصے میں تفصیلاً لکھنے کی بجائے موضوعاتی اشاریے کی ہر لائن کوایک نمبر دے کر وہ نمبر مصنفین کے ناموں کے آگے درج کر دیا گیا ہے۔ یوں بہت کم صفحات میں اشاریے کوسمو دیا گیا ہے۔ اشاریہ مفید بھی اور سہل الحصول بھی۔ جس کے لیے مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

✿

۲۵۔ڈاکٹر ظ۔ انصاری، مرتب: جاوید اختر بھٹی، ۲۰۱۲ء، ملتان: کتاب دوست، صفحات: ۱۱۲، قیمت: ۱۵۰

سید ظل حسنین زیدی معروف بہ ظ۔ انصاری (۶ فروری ۱۹۲۵۔۳۱ جنوری ۱۹۹۱ء) نظریاتی اعتبار سے ترقی پسند تھے اور علمی و ادبی حلقوں میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ظ۔ انصاری بمبئی یونیورسٹی میں غیر ملکی زبانوں کے صدر تھے۔ سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم میرٹھ، الٰہ آباد، بمبئی اور ماسکو میں پائی۔ ماسکو میں ایک طویل عرصے تک مقیم رہے اور وہاں لغت نویسی اور تراجم کا اعلیٰ اور معیاری کام کیا۔ دو جلدوں میں اردو روسی اور روسی اردو فرہنگیں مرتب کیں جو ۵۵۰۰۰ الفاظ پر مشتمل ہیں۔ انگریزی، فارسی اور روسی زبان کی ۳۸ شاہکار کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ جدید روسی شاعری کا بھی اردو میں ترجمہ کیا جو گیارہ ہزار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ ان کا یہ کام ماسکو سے تین جلدوں میں شائع ہوا۔ علاوہ ازیں مولانا ابوالکلام آزاد، اقبالؔ، غالبؔ، خسروؔ پر بھی کتب تحریر کیں۔

پیش نظر کتاب ۳۱ جنوری ۲۰۱۲ء کو ظ۔ انصاری کی برسی کے موقع پر شائع کی گئی ہے۔ کتاب کے مرتب جاوید اختر بھٹی لکھتے ہیں:

> ''یہ تمام مضامین ظ۔انصاری کی وفات کے بعد لکھے گئے ہیں۔سوائے افتخار احمد عدنی کے ایک مضمون کے، اس کے ساتھ جڑا ہوا ان کا دوسرا مضمون انھوں نے ظ۔انصاری کی وفات کے بعد لکھا۔ اس طرح آپ ان مضامین کو تعزیت نامے بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ کتاب دراصل ظ۔انصاری کا ایک مختصر تعارف ہے۔ان کے بارے میں تفصیلی کام کی گنجائش ہے۔''

مذکورہ کتاب میں ڈاکٹر جمیل جالبی، افتخار احمد عدنی، انور ظہیر خان، محمد طارق غازی اور محمد

اسداللہ کے مضامین شامل ہیں۔

۲۶۔ کفارہ (The Kite Runner)، خالد حسینی، مترجم: ابوالفرح ہمایوں، ۲۰۱۲ء، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، صفحات: ۳۵۲، قیمت: ۴۵۰

کفارہ، خالد حسینی کے انگریزی ناول The Kite Runner کا اردو ترجمہ ہے۔ خالد حسینی کے والد افغان وزارتِ خارجہ میں ایک سفارتکار تھے۔ ۱۹۷۶ء میں افغان وزارت خارجہ نے ان کے خاندان کو پیرس منتقل کرادیا۔ ستمبر ۱۹۸۰ء میں انہوں نے کیلی فورنیا میں پناہ اختیار کرلی۔ ۱۹۹۳ء میں خالد حسینی نے میڈیکل کی ڈگری حاصل کی۔ ۲۰۰۳ء میں خالد حسینی کا پہلا ناول The Kite Runner شائع ہوا اور دنیا کے ۷۰ ممالک میں بیسٹ سیلر بن گیا۔

مذکورہ ناول دو افغان بچوں کی کہانی ہے، جو ایک ساتھ پرورش پاتے ہیں، اور کھیلتے کودتے جوان ہوجاتے ہیں۔ پھر زندگی میں ایک تلخ موڑ آتا ہے اور دونوں جدا ہوجاتے ہیں۔ یہ کہانی صرف دو افغان بچوں کی نہیں ہے بلکہ ان ہزاروں افغان بچوں کی کہانی ہے جو طالبان، روسی فوجیوں اور اب امریکی فوجیوں کے ظلم کا شکار ہورہے ہیں۔

اس ناول کو ابوالفرح ہمایوں نے بہت خوبصورتی سے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔

الایام : مجلس برائے تحقیق اسلامی تاریخ وثقافت، کراچی جلد: ۳، شمارہ: ۱، جنوری ۔ جون ۲۰۱۲ء

بیادِ رفتگان

زیبا افتخار

۱۔ اقبال ساغر صدیقی: (۲ر جنوری ۲۰۱۲ء، ملتان)

اقبال ساغر صدیقی ۱۹ر ستمبر ۱۹۳۰ کو حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں پاکستان تشریف لائے۔ ملتان میں مقیم رہے اور ملتان ہی میں ۲ر جنوری ۲۰۱۲ء کو انتقال ہوا۔ اقبال ساغر صدیقی کی شخصیت کے کئی حوالے تھے۔ وہ بیک وقت صحافی، مزاح نگار، کالم نگار اور شاعر تھے۔ صحافت ان کا پیشہ بھی تھا اس لئے ان کی شاعری پس پشت چلی گئی اور وہ بطور نثر نگار نمایاں رہے۔

۱۹۶۴ء میں وہ ماہنامہ امروز سے وابستہ ہوئے اور جب ۱۹۸۸ء میں ریٹائرڈ ہوئے تو ریزیڈنٹ ایڈیٹر کا عہدہ ان کے پاس تھا۔ ماہنامہ امروز میں ان کا کالم ''ہاں میری چشم گناہ گار نے یہ بھی دیکھا'' طویل عرصے تک شائع ہوتا رہا، بلاشبہ اپنے ان کالموں میں انہوں نے اپنے عہد کی تاریخ مرتب کی، اور اپنے شہر ملتان کو قابل ذکر بنا دیا۔ اقبال ساغر صدیقی نے طویل عرصے صحافت کی مگر ان کی زندگی ہنگامہ خیزی سے دور ہی رہی۔ ملتان کے ادیب، شاعر، دانشور، اور صحافی حضرات شام ڈھلے کسی ہوٹل میں محفل سجاتے تھے اور بے تکلف ہر موضوع پر گفتگو کا سلسلہ چلتا تھا، ساغر صدیقی ان محفلوں سے ہمیشہ دور ہی رہے، دفتر سے سیدھے گھر کی طرف روانگی ان کا معمول تھا، البتہ اگر کوئی ادبی محفل ہوتی تو بہ شوق شرکت کرتے۔

آپ کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو، شگفتہ بیانی تھی، جس نے آپ کی شخصیت کو مقبول و محترم بنا دیا تھا۔ تقریبات میں آپ کے مضامین کی اہمیت اس وجہ سے بھی تھی کہ ایسی شگفتہ بیانی ملتان

کے کسی اور ادیب کے حصے میں نہ آئی تھی۔ آپ کے انتقال کی خبر ادبی حلقوں میں دکھ سے سنی گئی۔

۲۔ علی محسن صدیقی: (۱۴ر جنوری ۲۰۱۲ء، کراچی)

شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی کے سابق صدر شعبہ اور شعبہ علوم اسلامیہ کے پروفیسر علی محسن صدیقی ۱۴ر جنوری ۲۰۱۲ء کو ۸۳ برس کی عمر میں چل بسے۔

صدیقی صاحب ۱۹۲۹ء میں یوپی (ہندوستان) کے شہر غازی پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مشرقی یوپی کی مشہور درس گاہ چشمۂ رحمت اورینٹل کالج میں داخل ہوئے۔ اس کالج میں عربی، فارسی اور اسلامی علوم کی تعلیمات کے علاوہ جدید علوم اور انگریزی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ صدیقی صاحب اس ادارہ سے ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۸ء زیر تعلیم رہے اور عربی و فارسی درسیات کی تکمیل کی اور درس نظامی کے فاضل کی سند حاصل کی۔ صوبۂ یوپی کے عربی و فارسی امتحانات یعنی کامل ادب فارسی، عالم، فاضل ادب عربی اور فاضل دینیات کی اسناد حکومت یوپی سے حاصل کیں اور تمام امتحانات میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ بعد ازاں ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات فرسٹ ڈویژن میں پاس کئے۔ ۱۹۴۹ء میں مشرق پاکستان کے دارالحکومت ڈھاکہ کی جانب ہجرت کی اور ڈھاکہ یونیورسٹی سے بی اے آنرز کا امتحان اعزازی نمبر سے پاس کیا۔ ۱۹۵۳ء میں ڈھاکہ سے کراچی ہجرت ثانیہ کی۔ یہاں ریڈیو پاکستان اور حکومت پاکستان کے بعض دفاتر میں ملازمت کی اور اس کے دوران انھوں نے کراچی یونیورسٹی سے اردو، عربی اور اسلامی تاریخ میں ایم،اے کی اسناد بھی حاصل کیں۔ آخرالذکر دو مضامین میں اول بدرجہ اول رہے۔ اس کے بعد اردو کالج میں اسلامی تاریخ کے لکچرر مقرر ہوئے اور کئی سال تک یہاں خدمت انجام دینے کے بعد کراچی یونیورسٹی کے شعبہ اسلامی تاریخ میں لکچرر ہوئے۔ اور ۱۹۸۹ء میں پروفیسر کی حیثیت سے یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے۔

صدیقی صاحب کو عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا، انھوں نے فارسی کی انتہائی مشکل کتاب تاریخ جہاں گشائی کا اردو ترجمہ کرکے اپنی فارسی دانی کا سکہ بٹھا دیا تھا۔ علی محسن صدیقی کی تصانیف میں طبع زاد اور تراجم دونوں شامل ہیں۔ تراجم میں آپ کا مخصوص میدان عقائد ہے، آپ نے عقائد کی جن اہم کتابوں کا مکمل اردو ترجمہ کیا ان میں رازی کی کتاب عقائد مسلمین و مشرکین، شہرستانی

کی الملل والنحل، عبدالقاہر بغدادی کی الفرق بین الفرق، عطاملک جوینی کی تاریخ جہاں گشائی (تاریخ اسماعیلیہ)، جے ولہاوزن کی عہد اموی کے سیاسی و مذہبی احزاب (شیعہ و خوارج) وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے کتاب المعارف کا بھی پہلا مکمل اردو ترجمہ کیا۔

محسن صاحب کی طبع زاد تصانیف میں 'الصدیق' (۲۰۰۲ء)، 'تاریخ سلاطین تغلق' (۲۰۰۸ء)، 'عہد فاروقی کے باکمال' شامل ہیں، ان کے مقالات کے دو مجموعے 'مقالات تاریخی' (۲۰۰۴ء) اور 'مضامین تاریخی' (۲۰۰۶ء) شائع ہو چکے ہیں جن میں ان کے ۳۳ مقالات اکھٹے کیئے گئے ہیں۔ ان کے سات مقدمات کا مجموعہ 'مقدماتِ تاریخی' (۲۰۰۹ء) بھی ادارۂ قرطاس، کراچی شائع کر چکا ہے۔

وہ ۲۰۰۱ء سے تین کتابوں پر کام کر رہے تھے۔ ایک سیرۃ الرسول اللہ، دوسرے سوانح حضرت عمر فاروق اور تیسرے سوانح حضرت علی، انہوں نے تینوں کتابوں کا غالب حصہ تحریر کرلیا تھا لیکن تکمیل کی مہلت اجل نے نہ دی۔

۳۔ ارفع عبدالکریم: (۱۴ر جنوری ۲۰۱۲ء، فیصل آباد)

تاریخ عالم میں پاکستان اور پاکستانی نوجوانوں کا نام روشن کرنے والی دنیا کی سب سے کم عمر مائیکرو سافٹ سرٹیفائیڈ پروفیشنل، ارفع عبدالکریم ۱۶ سال کی عمر میں ۱۴ر جنوری ۲۰۱۲ء کو دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

ارفع ۲ر فروری ۱۹۹۵ء کو فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئیں۔ ۲۰۰۴ء میں، نو سال کی عمر میں ارفع نے دو سال کا مائیکرو سافٹ پروفیشنل کا کورس مکمل کیا، اور دنیا کی سب سے کم عمر مائیکرو سافٹ سرٹیفائیڈ پروفیشنل بن گئیں اور ۲۰۰۸ء تک انہوں نے یہ اعزاز برقرار رکھا۔ مائیکرو سوفٹ کے مالک بل گیٹس کی دعوت پر ارفع امریکہ گئیں اور مائیکرو سوفٹ کے ہیڈ کواٹر میں بھی مدعو کی گئیں۔ ارفع کے کئی انٹرویوز اخبارات میں شائع اور ٹی وی پر نشر ہوئے۔ ۲ر اگست ۲۰۰۵ء کو محترمہ فاطمہ جناح کی ۱۱۳ ویں سالگرہ کے موقع پر ارفع کو فاطمہ جناح گولڈ میڈل دیا گیا، یہ گولڈ میڈل ان کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں خدمات کے اعتراف کے طور پر دیا گیا تھا۔ یہ اعزاز انہوں نے اس وقت کے وزیر اعظم شوکت عزیز سے حاصل کیا تھا۔ اسی سال صدر پاکستان نے ارفع کو "سلام پاکستان" ایوارڈ بھی

دیا۔ سب سے بڑا ایوارڈ جو انہوں نے حاصل کیا وہ صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی ہے۔ یہ وہ سول ایوارڈ ہے، جو ان مشہور شخصیات کو دیا جاتا ہے جنھوں نے اپنے اپنے میدان میں ایک طویل عرصہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہوں۔ ارفع کو یہ اعزاز بھی جاتا ہے کہ وہ پاکستان کی سب سے کم عمر شہری ہے جس کو اس اعزاز سے نوازا گیا۔

ارفع نے کئی عالمی فورم میں پاکستان کی نمائندگی بھی کی، پاکستان انفارمیشن ٹیکنالوجی پروفیشنل فورم کی جانب سے ارفع کو دو ہفتہ کے لے دبئی بھیجا گیا جہاں انہوں نے عشائیہ میں ہوسٹنگ بھی کی۔ اس دورے کے دوران ارفع کو کئی انعامات دیئے گئے جس میں ایک لیپ ٹاپ بھی شامل ہے۔ ۶ر نومبر ۲۰۰۶ء کو برسلونا کے مقام پر ہونے والی کانفرنس میں ارفع کو مائیکروسافٹ کی جانب سے مدعو کیا گیا۔ ۵۰۰۰ مندوبین کی اس کانفرنس میں ارفع واحد پاکستانی تھی۔

سولہ سال کی عمر میں جب ارفع لاہور گرامر اسکول میں اے لیول کی طالبہ تھی، مرگی کے دورے نے اس کے دماغ کو شدید متاثر کیا، اسی کے نتیجے میں اس کو دل کا دورہ بھی پڑا۔ ارفع کو ۲۲ دسمبر کو انتہائی تشویش ناک حالت میں لاہور کے CMH اسپتال میں داخل کرایا گیا۔ جہاں وہ موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا رہی اور آخر کار ۱۴ جنوری کی صبح دس بجے اس دار فانی سے کوچ کر گئی۔ اس کی تدفین آبائی گاؤں میں عمل میں لائی گئی۔ بلاشبہ قضا نے اس کو زیادہ مہلت نہ دی مگر اس مختصر وقت میں اس نے وہ کامیابیاں حاصل کیں جس کے لئے ایک عمر درکار ہے۔

۴۔ عباس نجمی: (۱۳ر فروری ۲۰۱۲ء، لاہور)

پنجابی زبان کے معروف شاعر، استاد اور ریڈیو، ٹیلی ویژن کے پنجابی پروگراموں کے کمپئر عباس نجمی جوانی میں انتقال کر گئے، وہ گزشتہ ایک سال سے علیل تھے۔ ایم اے پنجابی کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں پنجابی ادب کے لکچرار رہے، کچھ عرصہ پنجابی انسٹیٹوٹ لاہور میں ڈائریکٹر کی خدمات انجام دی اور اس ادارے کے پنجابی رسالے 'ترنجن' کے مرتب رہے، بعدازاں دیال سنگھ کالج میں تدریس سے وابستہ ہوگئے۔

۵۔ اظہر جاوید: (۱۴ر فروری ۲۰۱۲ء، لاہور)

اردو کے معروف شاعر، پنجابی کے افسانہ نگار اور لاہور سے نکلنے والے مشہور ادبی ماہنامہ 'تخلیق' کے مدیر اظہر جاوید حرکت قلب بند ہوجانے سے ۱۴ر فروری ۲۰۱۲ء کو ۷۴ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کا آبائی وطن سرگودھا تھا۔ وہ ۲ر جنوری ۱۹۳۸ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے، میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد سرگودھا کی ضلعی صحافت سے وابستہ ہوگئے۔ الطاف مشہدی کے رسالے 'خلوص' کے مدیر بھی رہے، لاہور آنے کے بعد روزنامہ امروز کا ادبی صفحہ مرتب کرتے رہے، لاہور سے ادبی رسالہ تخلیق ان کی زیرادارت ۴۳ برس تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔ ان کی شاعری کا مجموعہ 'غم عشق گر نہ ہوتا' اور پنجابی افسانوں کا مجموعہ 'بڑی دیر کردی ہے' کے نام سے شائع ہوا۔ آپ نے چند افسانوں کا ترجمہ بھی کیا اور ساحر لدھیانوی پر بھی انھوں نے ایک کتاب لکھی۔

۶۔ لطف اللہ خان: (۲ر مارچ ۲۰۱۲ء، کراچی)

لطف اللہ خان اپنی طرز کی منفرد شخصیت تھے، ادیبوں شاعروں، سیاست دانوں اور موسیقاروں کی آوازیں ریکارڈ کرنے سے خصوصی شغف رکھتے تھے۔ مشفق خواجہ کی طرح فوٹوگرافی بھی ان کا خاص شوق تھا۔ لطف اللہ خان ۱۹۱۶ء میں مدراس میں پیدا ہوئے، ۱۹۴۷ء میں ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور کراچی میں مستقل طور پر آباد ہوگئے۔ اسی شہر میں ان کی آڈیو لائبریری موجود ہے۔ جس میں ادیبوں، شاعروں، سیاست دانوں اور موسیقاروں کی آوازوں اور تصاویر کا نادر ذخیرہ موجود ہے اگر اس کی حفاظت کی جائے تو بڑا تاریخی سرمایہ بن سکتا ہے۔ افسانہ نگار بھی تھے۔ نثر میں ان کی تین کتابیں ۱۔تماشائے اہل قلم ۲۔شعر کی تلاش ۳۔ہجرتوں کے سلسلے شائع ہوچکی ہیں۔ آخرالذکر کتاب ان کی آپ بیتی ہے۔

۷۔ ضیاء جالندھری: (۱۵ر مارچ ۲۰۱۲ء، لاہور)

جدید اردو نظم کے نامور شاعر ضیاء جالندھری ۲۰ر جنوری ۱۹۲۳ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے،

پنجاب یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ایم اے کرنے کے بعد سول سروس کا امتحان پاس کیا اور ڈاک سروس میں آگئے۔ ۱۹۷۷ء میں پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن کے مینجنگ ڈائریکٹر مقرر ہوئے، ۱۹۸۳ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو زیادہ وقت ادبی سرگرمیوں کو دینے لگے۔ حلقہ ارباب ذوق کے سرگرم رکن تھے۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں لاہور سے رسالہ 'علامت' جاری کیا۔ ان کے کئی شعری مجموعے ہیں جن میں سرشام، نارسا اور خواب سرآب زیادہ مشہور ہوئے۔ طویل علالت کے بعد ۸۹ سال کی عمر میں اسلام آباد میں انتقال کیا۔

۸۔ مہدی حسن: (۱۳رجون۲۰۱۲ء، کراچی)

غزل گائیکی کے بے تاج بادشاہ، مہدی حسن کا ۱۳/ جون ۲۰۱۲ء کو انتقال ہو گیا۔ وہ ملکی اور غیر ملکی حلقوں میں ''شہنشاہ غزل'' کے نام سے معروف تھے۔ آپ کے انتقال سے موسیقی کی دنیا میں ناقابل تلافی خلا پیدا ہو گیا ہے۔

مہدی حسن ۱۸/ جولائی ۱۹۲۷ء کو راجپوتانہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، ان کا تعلق ایک موسیقار گھرانے سے تھا اور موسیقی میں ان کے اولین استاد خود ان کے والد اور چچا تھے۔ قیام پاکستان کے موقع پر ۲۰ سالہ نوجوان مہدی حسن اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان پہنچے تو مالی طور پر ایک مشکل دور ان کے سامنے تھا، چیچاوطنی میں سائیکلوں کی ایک دوکان میں کام کیا، بعد میں گاڑیوں اور ٹرکوں کے مکینک بھی رہے۔ مگر ایسے محنت طلب روزگار میں بھی ان کا موسیقی سے لگاؤ کم نہ ہوا اور روزآنہ کا ریاض ان کا معمول تھا۔

۱۹۵۷ء میں انہوں نے ریڈیو پاکستان میں بہ حیثیت گلوکار شمولیت اختیار کی۔ ان کو اردو شاعری سے بہت لگاؤ تھا، یہی وجہ تھی کہ بہت جلد وہ غزل گائیکی میں اپنا ایک الگ مقام بنانے میں کامیاب ہو گئے، غزل میں ان کا منفرد انداز بہت معروف ہوا۔ مہدی حسن کی ایک اور بڑی پہچان فلمی دنیا ہے جہاں آپ کی خوبصورت آواز کا ایک بڑا خزانہ موجود ہے۔ آپ کی شہرت صرف پاکستان تک محدود نہ تھی بلکہ آپ کو دنیا بھر میں سنا جاتا تھا، معروف ہندوستانی گلوکارہ لتا منگیشکر نے مہدی حسن کے لئے کہا تھا ''ان کے گلے میں بھگوان بولتا ہے''۔

مہدی حسن کو ان کی خدمات کے صلہ میں بہت سے اعزازات سے نوازا گیا، صدر ایوب خان سے تمغہ امتیاز حاصل کیا، تمغہ حسن کارکردگی صدر ضیاء الحق نے دیا، صدر پرویز شرف کے دور حکومت میں ان کو ہلال امتیاز سے نوازا گیا، اس کے علاوہ انہوں نے نگار ایوارڈ بھی حاصل کیا، نیپال کی جانب سے ''گورکھا ڈھکشنا باہو'' ایوارڈ بھی دیا گیا۔ ابھی حال ہی میں وہ دبئی گئے تھے جہاں ان کو ایک اور ایوارڈ سے نوازا گیا۔

گزشتہ کئی سالوں سے ان کی طبعیت نا ساز تھی ، وہ مختلف بیماریوں کا شکار تھے۔ یہاں تک کہ ۱۳ر جون ۲۰۱۲ء ان کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوااور وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۹۔ عبید اللہ بیگ: (۲۲ر جون ۲۰۱۲ء)

ممتاز دانشور، محقق، ادیب، ناول نگار، کالم نویس اور براڈ کاسٹر عبید اللہ بیگ طویل علالت کے بعد ۲۲ر جون ۲۰۱۲ء بروز جمعہ رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ آپ کی عمر ۷۶ سال تھی۔

عبید اللہ بیگ ۱۹۳۶ء میں رام پور، انڈیا میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق رام پور کے ایک معروف علمی و ادبی گھرانے سے تھا۔ ۱۹۴۷ء میں انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان پہنچے۔ آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو نفاست، نرم گفتاری، بہترین حافظہ اور اسلام سے گہری وابستگی تھی۔ ان کو ملک گیر مقبولیت ٹی وی کے مشہور پروگرام کسوٹی سے حاصل ہوئی۔ آپ کی غیر معمولی یادداشت، ذہانت اور وسیع معلومات نے اس پروگرام کو ایک طویل عرصے تک جاری رکھا۔ آپ صرف ایک دانشور اور محقق ہی نہ تھے بلکہ ادیب بھی تھے، ان کے دو ناول ''راجپوت'' اور ''انسان زندہ ہے'' کو غیر معمولی اہمیت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ اسلام سے وابستگی نے عبیداللہ بیگ کو ڈاکومینٹری کی طرف بھی متوجہ کیا اور اس میدان میں بھی انہوں نے نمایاں خدمات انجام دیں۔

عبید اللہ بیگ کو ۱۴ر اگست ۲۰۰۸ء کو، پاکستانی میڈیا میں کارہائے نمایاں انجام دینے پر صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی سے بھی نوازا گیا۔ آپ کی زوجہ سلمیٰ بیگ خود بھی ٹی وی کا ایک معروف نام رہی ہیں، انہوں نے زیادہ تر ٹی وی کے پروگراموں میں میزبانی کے فرائض انجام دیئے، علاوہ ازیں وہ ٹی وی کے علمی وتحقیقاتی ادارے سے بھی منسلک تھیں۔

عبید اللہ بیگ کچھ عرصے سے علیل تھے، اور آخر کار جمعۃ المبارک ۲۲ر جون ۲۰۱۲ء ان کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوا اور انہوں نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی۔ آپ کی تدفین کراچی میں ہی عمل میں لائی گئی۔

۱۰۔ پروفیسر محمد اکرم رضا: (۲۶ر جون ۲۰۱۲ء)

ممتاز ادیب، شاعر، نقاد اور نعت شناس پروفیسر محمد اکرم رضا ۲۶ر جون ۲۰۱۲ء کی صبح گوجرانوالہ میں انتقال کر گئے۔ مرحوم دینی ادب کے حوالے سے گذشتہ پچاس برس سے مصروفِ عمل تھے۔ متعدد کتب تصنیف کیں۔ جن میں ''کاروانِ نعت کے حدی خواں''، ''تاجدارِ ملکِ سخن''، ''قافلہ شوق کے مسافر'' اور ''نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش'' شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے نعتیہ مجموعے ''توفیق ثناء'' اور ''سلام بحضور سید الانام ﷺ'' بھی اہلِ ذوق سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کی مجلسِ مشاورت کے رکن اور اس کے مستقل لکھنے والوں میں شامل تھے۔ آپ کے متعدد مقالات و مضامین اور نعتیں شائع ہوئیں۔ آپ کی ایک نعت کا خوبصورت شعر ہے:

چار جانب ضوفگن یوں رحمت سرکار ﷺ ہے
میں ہوں ، نعتِ مصطفیٰ ﷺ ہے کلکِ عنبر بار ہے